QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

# اسلامی نظامِ زکوٰۃ اور معاشرتی محرومی کا خاتمہ: مصارفِ زکوٰۃ کا فقہی، سماجی اور عصری مطالعہ

# *The Islamic System of Zakāt and the Rights of Underprivileged Communities: A Jurisprudential, Social, and Contemporary Analysis of the Recipients of Zakāt*

***1. Nabila Sattar***
*Lecturer, Government Graduate College (W), Satellite Town, Gujranwala, Pakistan.*
*Email: nabila_isl@gcwst.edu.pk*
***2. Hafiz Muhammad Rashid (Corresponding Author)***
*Lecturer in Islamic Studies, Lahore University of Biological and Applied Sciences (UBAS), Lahore, Pakistan.*
*Email: muhammad.rashid@ubas.edu.pk*
***3. Ghulam Hussain***
*PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan.*
*Email: hussainhamayun11990@gmail.com*

***Abstract***

*Zakāt is the third fundamental pillar of Islam and represents a comprehensive socio-economic institution designed to ensure equitable distribution of wealth, alleviate poverty, and safeguard the rights of underprivileged members of society. The Qur'an explicitly identifies eight categories of eligible beneficiaries (Maṣārif al-Zakāt): the poor (fuqarā'), the needy (masākīn), Zakāt administrators, those whose hearts are to be reconciled, the emancipation of captives, debtors, those striving in the cause of Allah, and stranded travelers. This study examines the linguistic and technical meanings of Zakāt, its obligation, conditions, prescribed niṣāb, and the administration of Zakāt during the Prophetic era. It further analyzes the appointment and responsibilities of Zakāt collectors, the role of the Islamic state in its collection and distribution, and the juristic principles governing the eight prescribed categories of recipients in the light of the Qur'an, Sunnah, and classical Islamic jurisprudence. The study also explores contemporary issues, including the expansion of Zakātable assets, the permissibility of paying Zakāt in monetary value instead of commodities, and modern mechanisms for its fair and transparent distribution. The findings demonstrate that an effective implementation of the Islamic system of Zakāt, based on its original principles, can significantly reduce poverty, promote social justice, protect the dignity of disadvantaged communities, and contribute to the establishment of a sustainable welfare-oriented society.*

***Keywords****: Zakāt, Recipients of Zakāt, Underprivileged Communities, Islamic Economics, Social Justice, Poverty Alleviation, Welfare Society, Islamic Jurisprudence.*

## تعارف موضوع

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بے شمار فضل ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی اور رسولِ اکرم ﷺ کی امت میں شامل کیا۔ رحمتِ عالم ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں عملی طور پر ہماری راہ نمائی فرمائی۔ حیاتِ انسانی سے وابستہ ہر معاملے میں ایسی ہدایات عطا کیں کہ ان پر عمل کر کے ہم دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ انھی جامع نظاموں میں سے ایک باقاعدہ نظامِ زکوٰۃ، صدقات اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کا نظام ہے۔ اس منظم طریقۂ کار کے نتیجے میں ایک مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ ایسے معاشرے میں ہر فرد، خواہ وہ غریب ہو یا خوش حال، مسکین ہو یا یتیم، بیوہ ہو یا نادار، اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی بآسانی پوری کر سکتا ہے۔ نظامِ زکوٰۃ ایسا معاشی نظام ہے جس میں دولت ایک فرد سے دوسرے فرد تک منتقل اور گردش کرتی رہتی ہے جس کے ذریعے غربت میں کمی واقع ہوتی ہے اور بہتر معیارِ زندگی تشکیل پاتا ہے۔ دراصل انفاق فی سبیل اللہ ایک مالی عبادت ہے جس میں متعین مال کا مخصوص حصہ غریبوں اور یتیموں کے لیے الگ کیا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد معاشرے کے محروم طبقات کی معاونت کرنا اور ان کی عزتِ نفس کو محفوظ رکھنا ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات کے مقاصد تقریباً یکساں ہیں تاہم ان میں معمولی فرق موجود ہے اس لیے یہاں صرف زکوٰۃ کا ذکر کیا جائے گا۔ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا بنیادی رکن ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے مالدار شخص کے مال میں سے جو مقررہ حصہ

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

متعین کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی مستحق شخص کو دے دیا جائے۔ زکوٰۃ کی فرضیت قطعی ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر اور اس کی ادائیگی سے انکار کرنے والا واجب القتل قرار پاتا ہے۔ جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر نہ ہو لیکن اسے ادا نہ کرے تو وہ قیامت کے دن سخت سزا کا مستحق ہو گا۔ جس وقت کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہو جائے اسی وقت اس کی ادائیگی بھی لازم ہو جاتی ہے۔ تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور ایسا کرنے والے کی شہادت بھی قبول نہیں ہو گی۔[1]

## زکوٰۃ کا لغوی مفہوم

زکوٰۃ: عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ بہت سے ابواب سے آتا ہے، اس کا مادہ "ز، ک، ی" ہے جس کے معنی، نیک و صالح اور زکی ہونا،[2] بڑھنا، پاک کرنا، صالح بنانا، زکوٰۃ لینا، زکوٰۃ دینا، نشوونما کرنا، صدقہ ادا کرنا، زیادہ ہونا[3] کسی چیز کا عمدہ حصہ، صدقہ، پاکیزگی، اپنے مال کو پاک کرنے کی غرض سے ایک مخصوص حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر دینا،[4] بڑھ جانا، عیش و آرام میں ہونا، بڑھانا، افزائش، برکت، مدح و ثنا، مال کا وہ مخصوص مقرر حصہ جو اپنے مال کو پاک کرنے کی غرض سے غرباء و مساکین کو بطور تملیک دے دیا جائے۔[5] ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا (کون سا کھانا زیادہ عمدہ ہے)[6] قران پاک میں اسی طرف اشارہ ہے:-

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا[7]

(اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو)

ان کے مال سے زکوٰۃ قبول کر لو، کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو۔ زکوٰۃ اور خیرات کے ذریعہ مال کا نمو عمل میں آتا ہے۔[8]

## فقہی اصطلاح میں زکوٰۃ کا مفہوم

فقہائے احناف کے نزدیک زکوۃ کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے:

اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کے لیے عقل، بالغ، آزاد مسلمان کا جو نصاب زکوۃ کا مالک ہو، اس نصاب زکوۃ پر سال کے بعد مال کے ایک مخصوص کی حصہ کا کسی ایسے مسلمان محتاج کو مالک بنا دینا، جس کا تعلق بنو ہاشم سے نہ ہو۔[9]

## فرضیتِ زکوٰۃ کے قرآنی دلائل

علامہ ابن کثیر نے[10] قرآن پاک کی ایک سورۃ مزمل کی آیت (وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ)[11] سے استدلال کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ صدقہ اور زکوۃ ابتداء اسلام میں ہی مکہ شہر میں فرض ہو چکی تھی۔[12] اس بات کو درست ہم اس لیے مانتے ہیں کہ یہ سورت ابتدائی وحی کے زمانوں میں سے ایک ہے اس میں نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں بعض مقامات پر اللہ تعالی نے زکوۃ کے بارے میں میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

---

[1] سید زوار حسین شاہ، مولانا، زبدۃ الفقہ خلاصہ عمدۃ الفقہ، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، 2007ء

[2] فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دار احیاء التراث العربی بیروت، ص1695، ج2، 1997ء

[3] شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح، حنبلی، کتاب الفروع فی الفقہ الحنبلی، عالم الکتاب، مکتبہ ن م، بیروت، ص216، ج2، 1995ء

[4] فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دار احیاء التراث العربی بیروت، ص1695، ج2، 1997ء

[5] ابن قدامتہ، موفق ابو عبد اللہ احمد بن محمد، المغنی، ھجر الطباعتہ والنشر والتوزیع، قاہرہ، ص5، ج4، 1987ء

[6] الکہف 19:18

[7] التوبہ 103:9

[8] سید سابق، فقہ السنہ، دار الکتاب العربی، ص327، ج1، بیروت، 1993ء

[9] المیدانی، عبد الغنی بن طالب غنیمی، دمشقی، حنفی، اللباب فی شرح الکتاب، المکتبہ العلمیتہ، بیروت، ص136، ج1، 1993ء

[10] ابن کثیر، ابو الفداء حافظ اسماعیل بن کثیر دمشقی، تفسیر القرآن العظیم، ص1391، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1998ء

[11] المزمل 20:73

[12] شوکانی، قاجی محمد بن علی، نیل الادطار من احادیث خیر الاخیار، ص170، ج4، دار الجیل، بیروت، 1973ء

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ[13]

(اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے تین احکامات کا حکم دیا ہے۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا یعنی اللہ کے حضور جھکنا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر سر تسلیم خم کرتے ہیں ان کے ساتھ سر تسلیم خم کرنا اور اللہ تعالی کے تمام احکامات اور ارشادات کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ ان احکامات اور ارشادات کی اطاعت کرنا۔ اس کے علاوہ اگر سورۃ مزمل کی آیت میں بھی دیکھیں تو اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اس میں بھی اللہ تعالی نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ۔[14](اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو)

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ[15]

(پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دین میں بھائی ہیں)

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ[16]

(اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرنے والے ہیں۔)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ[17]

(بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہو گی۔)

مذکورہ آیات سے زکوٰۃ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں جن میں زکوٰۃ ادا کرنے والے کو انعام اور نہ ادا کرنے والے کو سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ زکوٰۃ سے کسی غریب، مسکین یا کسی بھی ضرورت مند کی مالی مدد ہو جاتی ہے جس سے معاشرے میں امن وامان قائم ہوتا ہے۔

علامہ طبری بھی علامہ ابن کثیر کی اس رائے سے متفق ہیں[18] ایک اور واقعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ ہجرت مکہ سے پہلے ہی فرض ہو چکی تھی جیسا کہ ہجرت حبشہ کے دوران حضرت جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ویامرنا بالصلاۃ والزکاۃ والصیام لہذا اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ ہجرت سے قبل زکوۃ فرض ہو چکی تھی۔ بعض اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ کی فرضیت 2ھ میں ہوئی۔[19] اور بعض کی رائے ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت 9 ہجری میں نازل ہوئی۔[20] اس کے علاوہ ملا علی قاری اور علامہ ظفر احمد عثانی علی کے مطابق زکوٰۃ کی فرضیت دو ہجری میں ہوئی۔[21] اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مکی دور میں جب نماز فرض ہوئی تو اسی کے ساتھ بھی زکوٰۃ بھی فرض ہو چکی تھی البتہ اس کے احکامات وہدایات مدینہ میں ملیں۔[22] علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:"جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں جمیعت واطمینان حاصل ہو گیا اور آپ ﷺ کے پاس مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالی عنہ اجمعین جمع ہوئے اور اسلام کو ایک گونہ

---

[13] البقرۃ 43:2

[14] البقرۃ 83:2

[15] التوبہ 11:9

[16] المومنون 4:23

[17] الفاطر 29:35

[18] طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، المسمیٰ جامع البیان فی تاویل القرآن، ص295، ج12، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1992ء

[19] شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن مفلح، کتاب الفروع، ص216، ج2، عالم الکتاب، بیروت، 1995ء

[20] عسقلانی، الحافظ احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ص339-340، ج3، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1989ء

[21] قاری، علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ص258، ج4، المکتبہ الحبیبیہ، کوئٹہ، سن ندار۔

[22] ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد الحضرمی، تاریخ ابن خلدون، ص17، ج2، مؤسستہ جمال للطباعۃ والنشر، بیروت، 1979ء

استحکام حاصل ہو گیا تو اس وقت زکوٰۃ فرض کی گئی۔"[23]

### شرائطِ وجوبِ زکوٰۃ

متقدم فقہا میں سے جمہور فقہانے زکوٰۃ کی فرضیت کے حوالہ سے جن شروط کو متفقہ طور پر بیان کیا ہے وہ یہ ہیں:

1. زکوٰۃ سے متعلقہ مال متعین فرد کی ملکیت ہو

2. اس مال پر اسے ملکِ تام حاصل ہو

3. وہ مال، نامی (یعنی نشوونما کا متحمل) ہو

4. وہ مال ضروریاتِ زندگی (حاجاتِ اصلیہ) سے زائد ہو

5. اس مال پر ایک سال کا وقفہ گزر چکا ہو

6. زکوٰۃ ادا کرنے میں کوئی مانع (قرض وغیرہ کی موجودگی) نہ ہو۔

7. وہ مال مقررہ نصاب کو پہنچ چکا ہو

### نصابِ زکوٰۃ کا مفہوم

"نصاب مال کی اس خاص مقدار کو کہا جاتا ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے اور اس مقدار سے کم مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ مثلاً اونٹوں کے لیے پانچ، بکریوں کے لیے چالیس، گائے اور بھینس کے لیے تین کا عدد، چاندی کے لئے دو سو درہم اور سونے کے لئے بیس مثقال"۔[24]

### نصابِ زکوٰۃ کی اقسام

نصاب کے مندرجہ ذیل دو اقسام بیان کی گئی ہیں:

ایک "نامی" یعنی بڑھنے والا مال اور دوسرا "غیر نامی" یعنی نہ بڑھنے والا مال۔ مزید نامی اور غیر نامی نصاب کی بھی دو دو اقسام ہیں حقیقی اور تقدیری۔ تجارت کا مال اور جانور وغیرہ کا اطلاق "حقیقی" پر ہوتا ہے کیونکہ اس میں تجارت کے ذریعہ سے مال میں اضافہ اور جانور سے بچوں کی پیدائش میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہاٹ سونے اور چاندی کا اطلاق تقدیری پر ہوتا ہے۔ یہ بظاہر تو نہیں بڑھ رہی ہوتی لیکن ان میں بڑھنے کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے۔[25]۔

### عہدِ رسالت ﷺ میں زکوٰۃ کا انتظام

آپ ﷺ نے اپنے دور میں چار مدوں کے حساب سے زکوٰۃ وصول کی تھی۔ نقد روپیہ، پیداوار اور پھل، اسباب تجارت، مویشی، پانچ اونٹ، بیس مثقال سونے اور دو سو درہم چاندی سے کم پر زکوٰۃ نہ تھی۔ امام ترمذی کے مطابق پیداوار سے پانچ مقدار یا پانچ وسق سے زائد اور سونا اور چاندی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ مویشیوں کی جتنی جنس مختلف ہوتی نرخ زکوٰۃ بھی اس لحاظ سے مختلف ہوتا تھا جن کا ذکر حدیث اور فقہ کی مختلف کتابوں میں ملتا ہے۔ اسی طرح زمین کی پیداوار کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا۔ ایک ایسی زمین جس کی سیرابی صرف بارش یا بہتے ہوئے پانی سے ہوتی ہے اور اس کی پیداوار کا دسواں حصہ عشر کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔ اور دوسری زمین جس کو آبپاشی کے ذریعے سیراب کیا جاتا تھا اس کی پیداوار پر بیسواں حصہ عشر کی صورت میں لیا جاتا تھا۔ سبزی وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں لی جاتی تھی۔ جس جگہ پر زکوٰۃ وصول کی جاتی اسی جگہ پر موجود محروم طبقات افراد کو دے دی جاتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اس حکم کی سختی سے پابندی کرتے تھے کہ ایک صحابی کو زیاد نے عامل بنا کر ایک مقام پر بھیجا جب وہ واپس آئے تو زیادے ان سے رقم کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ حضور ﷺ کے دور سے ہم جس طرح کرتے آئے تھے وہی میں نے کیا۔[26] جب حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو عامل بنا کر یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا:

---

[23] الآلوسی، ابوالفضل شہاب الدین السید محمود البغدادی، روح المعانی، فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ص126، ج15، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء

[24] ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، افریقی مصری، لسان العرب، ص758، ج1، دار صاد، بیروت۔

[25] علامہ محمد قطب الدین، مظاہر حق، ص176، ج2، دار الاشاعت کراچی، 1983ء

[26] علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، (ابوالحسن احمد بن یحیٰی بن جابر بن داؤد البلازری، انساب الاشراف)، ص159، اشتیاق مشتاق پرنٹرز، اپریل 2012ء

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ترجمہ:(اور صدقہ جوان کے امراء سے لے کر غریبوں میں تقسیم کیا جائے گا۔)[27]

## زکوٰۃ وصدقات کا باہمی تعلق

زکوٰۃ کے ساتھ صدقات کی اہمیت کے بارے میں بہت سی آیات قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں جس اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنا چاہے وہ فرض ہو یا واجب ہو اور یا نفل کی صورت میں ہو صرف اللہ تعالی کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔ بحکم اللہ تعالی حضور پاک ﷺ نے صدقات وخیرات کا ایسا نظام ترتیب دیا کہ اگر تمام استطاعت رکھنے والے شرع کے مطابق اپنے مال میں سے کچھ حصہ نکال لیں تو معاشرے سے غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اگر نفلی صدقات بھی ادا کرے تو ان کی بدولت دینی اداروں کا قیام، مساجد کی تعمیر اور طلبہ کی تعلیم میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس نظام کی بدولت ایک ایسا نظام معاشرہ قائم ہو گا جس میں کوئی بھی زکوۃ لینے والا نہیں ہو گا۔ قبل اسلام میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خیرات اور صدقات وغیرہ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ حضور پاک صلی وسلم کی زندگی میں تشریف لائیں تو انہوں نے آپ ﷺ کے بارے میں شہادت دی کہ آپ ﷺ کوئی بھی زائد چیز اپنے پاس نہیں رکھتے تھے وہ مستحقین میں صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ کچھ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ خراج کی رقم اس قدر زیادہ آگئی کہ وہ شام تک ختم نہ ہو سکی، حضور ﷺ نے رات بھر مسجد میں آرام فرمایا اور اپنے گھر میں اس وقت تک قدم نہیں رکھا جب تک حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ اطلاع نہ دے دی کے یارسول اللہ ﷺ خدا نے آپ ﷺ کو سبکدوش کیا۔[28]

"ایک شخص حضور پاک ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کونسا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ایسے وقت میں صدقہ کرے جبکہ تو تندرست ہو اور خرچ کرتے ہوئے نفس کنجوس بن رہا ہو، تجھے تنگ دستی کا ڈر ہو اور مالداری کی امید لگائے بیٹھا ہوں اور صدقہ کرنے میں تو اتنی دیر نہ لگا کر روح حلق کو پہنچنے لگے تو کہنے لگے کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں اتنا دینا (اب تیرے دینے اور اعلان کرنے سے کیا ہو گا) اب تو فلاں کا ہی ہو چکا۔"[29]

## عاملین زکوٰۃ کے تقرر کے شرعی اصول

اسلام لاتے ہی عرب کا ہر قبیلہ اپنی اپنی زکوٰۃ کا حصہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے۔ لیکن ایک بہت بڑی حکومت کے لیے یہ طریقہ ٹھیک نہیں تھا اس لئے آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ہر قبیلے کے لئے ایک سردار مقرر کیا جو کہ زکوٰۃ وصول کر کے آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتا تھا انہیں عاملین زکوۃ بھی کہتے ہیں۔ اس کام کی ادائیگی کے لیے آپ ﷺ نے مختلف عاملین کو متعین کیا۔ جو کہ اس ذمہ داری کو نبھانے کے اہل تھے۔ آپ ﷺ نے ان عاملین کے لیے مختلف پابندیاں بھی عائد کی ہوئی تھیں جن پر یہ بڑی پابندی سے عمل کرتے تھے۔ چند پابندیوں کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:

- کس قسم کے مال پر کتنی زکوٰۃ لازم ہے۔ کسی کے مال میں کانٹ چھانٹ نہیں کر سکتے تھے۔ زکوٰۃ سے زیادہ مال نہیں لے سکتے لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ کچھ لوگوں نے زکوٰۃ سے زیادہ مال دینے کی کوشش کی لیکن ان عاملین نے یہ مال وصول نہیں کیا۔
- عرب کے لوگوں کی جمع پونجی دولت بکریوں کا ریوڑ اور اونٹوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی اور یہ انہی کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ عاملین خود ان کے پاس زکوٰۃ لینے کے لئے جاتے تھے۔
- صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کو کسی قسم کے بھی ناجائز مال لینے کی اجازت نہ تھی۔ جب بھی عاملین زکوۃ اپنے محصل کے دورے سے واپس آتے تو حضور پاک ﷺ بذات خود ان کا محاسبہ کرتے تھے۔
- حضور پاک صل ﷺی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان سے کسی بھی فرد کو بھی عاملین زکوۃ مقرر نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی علیہ وسلم کے خاندان میں کچھ لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ﷺ ہماری بھی عاملین زکوٰۃ میں تقرری فرما دیں تا کہ ہم اس معاوضہ کو جمع کر کے اپنے بچوں کی شادی کرا سکیں لیکن آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔

---

[27] علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، (ابوالحسن احمد بن یحیی بن جابر بن داوٗد البلازری، انساب الاشراف)، ص52-51، اشتیاق مشتاق پرنٹرز، اپریل 2012ء

[28] علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، (ابوالحسن احمد بن یحیی بن جابر بن داوٗد البلازری، انساب الاشراف)، ص159، اشتیاق مشتاق پرنٹرز، اپریل 2012ء

[29] البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح بخاری، (مترجم: ناصر الدین البانی)، مکتبہ دارالسلام، الریاض، کِتَاب النِّكَاحِ، بَابُ الثَّيِّبَاتِ، ج1، ص191، 1433ھ، حدیث 5196

- آپ ﷺ عاملین زکوٰۃ کی تقرری کرتے وقت کسی کی سفارش بھی قبول نہ فرماتے اور جو اس ذمہ داری کے اہل ہوتا صرف اسی کی تقرری فرماتے یعنی جو شخص دیانت اور امانت دار ہوتا۔
- عاملین زکوۃ کو صرف ضرورت کے مطابق معاوضہ ملتا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ اعلان فرما دیا تھا کہ جو شخص ہماری مقرر کردہ شرح کے مطابق مال ادا کرے تو ٹھیک ہے اور اگر کوئی زیادہ مال ادا کرے گا تو وہ مالی خیانت کرے گا۔[30]

**نظام زکوٰۃ اور حکومتی ذمہ داری**

پہلے ادوار میں صالحین کی زیادہ تعداد زکوٰۃ کو اسلامی حکومت کا ٹیکس سمجھتی تھی۔ اس ٹیکس سے اسلامی نظام مملکت کو چلانے کے ساتھ ساتھ مساکین اور فقراء کی ضرورتوں کو بھی پورا کیا جاتا تھا۔ تمام صالحین اس بات پر متفق ہیں کہ زکوۃ کو خرچ کرنے کا اختیار صرف اسلامی حکومت کو ہے۔ انفرادی طور پر زکوۃ وصول کرنا اور خرچ کرنا بالکل غلط اور غیر اسلامی ہے۔ تمام ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے کہ مسلمان حکمران ہی زکوۃ کی وصولی کا حق رکھتا ہے۔

قاضی ابو بکر جصاص جو کہ چوتھی صدی ہجری کے محقق ہیں فرماتے ہیں:

**" ویدل ایضا علی ان اخذ الصدقات الی الامام و انه لا یجزی ان یعطی رب الماشیۃ صدقتها الفقراء فإن فعل اخذها الإمام ثانیاً ولم یحتسب له بما ادی۔ و ذالک لانه لو جاز لأحد باب الأموال اداوها إلی الفقراء لما احتیج الی عامل لجیاتیها۔ فیضر الفقراء والمساکین فدل ذلک علی ان اخذها الی الامام و انه لا یجوزله اعطاؤها الی الفقراء۔** [31]

(اور یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ زکوۃ وصول کرنے کا حق صرف مسلمانوں حکمران کو ہے اور یہ جائز نہیں ہوگا کہ صاحب مال اپنی زکوۃ براہِ راست فقراء کو دے دے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو مسلمان حکمران اس دوبارہ لے گا، اور جو اس نے پہلے غرباء کو دی ہے اس کا کوئی حساب نہ کیا جائے گا۔ اور وہ اس وجہ سے ہے کہ صاحب مال لوگوں کو براہِ راست زکوٰۃ دینا جائز ہوتا تو پھر اس کے اکٹھا کرنے کے لئے عاملوں کی کیا ضرورت تھی، جو فقراء اور مساکین کے لئے نقصان دہ ہے۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زکوۃ کے وصول کرنے کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے اور فقراء کو براہ راست دینا جائز نہیں ہے۔)

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی فرماتے ہیں کہ:-

" خلیفہ اول نے جن مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا تھا وہ کوئی ایک ہی قسم کے لوگ نہیں تھے، بلکہ کچھ تو ایسے مرتدین تھے جو زکوۃ کے ساتھ ساتھ پورے دین کا قلاوہ گردن سے اتار چکے تھے اور کچھ وہ تھے جو زکوۃ روکنا چاہتے تھے اور ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو سارے دین کو قائم رکھنا چاہتے تھے اور زکوۃ بھی دینے کے منکر نہیں تھے، مگر ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم اپنی زکوۃ بطور خود جمع خرچ کریں گے۔ ہم عاملوں کو زکوۃ نہیں دیں گے، ان لوگوں کا کہنا تھا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان رہے ہم نے ان کی اطاعت کی مگر اب ابو بکر کی حکومت کیا حیثیت رکھتی ہے۔[32]

درجہ بالا اقوال سے ثابت ہوا کہ زکوۃ وصول کرنا اور خرچ کرنا صرف اسلام حکومت کا حق ہے۔ اکثر موجودہ علماء بھی اب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آجکل زکوۃ کو جمع و خرچ کرنے کا جو طریقہ اپنایا ہوا ہے، وہ سراسر غلط اور غیر اسلامی ہے اور اس طرح زکوۃ دینے میں ہمیشہ شبہ رہتا ہے کہ یہ زکوۃ دینے والا اپنے فرض سے سبکدوش ہوا ہے یا نہیں۔

**قرآنِ کریم میں مصارفِ زکوٰۃ**

اہم ترین عبادات میں سے زکوٰۃ بھی ایک اہم عبادت ہے جس کا مقصد معاشرے کے محروم طبقات کی مدد کرنا ہے جن میں مسکین، یتیم، فقراء اور بیوہ غیرہ شامل ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ زکوۃ کن لوگوں پر خرچ کی جائے تو اس سلسلے میں اللہ تعالی نے یہ اختیار کسی بندے یا پیغمبر کو نہیں دیا بلکہ خود ہی زکوۃ کے مصارف بیان کر دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صاحب دکعات کے طلبگار ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی کو زکوۃ کے معاملہ یہ بات پسند نہیں آئی کہ پیغمبر یا

---

[30] علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ص 49-47، اشتیاق مشتاق پرنٹرز، اپریل 2012ء

[31] الجصاص، علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی، احکام القرآن، مطبوعہ مصر، 2001ء، جلد 3، ص 152

[32] امین احسن اصلاحی، توضیحات، مطبوعہ لاہور، ص 284

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

کوئی اور شخص اس کا مصرف متعین کرے۔ لہذا اللہ تعالی نے جو مصرف بیان فرمادیئے ہیں اگر تم ان میں سے ہو تو میں تمہیں اس میں سے دوں گا۔[33] قرآن پاک میں مصارف زکوۃ کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے کہ "انما الصدقات" جبکہ عربی زبان ان میں انما کا لفظ حصر اور محدودیت کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ صرف ان آٹھ مصارف پر ہی خرچ کی جاسکتی ہے کسی اور مصرف پر نہیں خرچ کی جاسکتی۔[34]

قرآن پاک کی سورت التوبہ کی آیت نمبر ساٹھ میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ مصارف زکوۃ بیان فرمادیئے ہیں کہ کن کن لوگوں کو صدقات دینے چاہیئے۔ اس آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ[35]

"یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور اُن کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔"

### i. فقراء

زکوٰۃ کا پہلا مصرف فقراء ہیں۔ فقراء فقیر کی جمع ہے۔ فقیر اسے کہتے ہیں جو کہ مالدار نہ ہو ہو اور اگر اس کے مال ہو تو وہ بھی بہت کم ہو۔ ایسا انسان جس کے پاس اپنی حاجات اور ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کا نصف مال بھی نہ ہو یعنی مالی لحاظ سے وہ بہت ہی خستہ حال ہو۔ حنفی مسلک اس بات کے قائل ہیں کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس نصاب زکوٰۃ نہ ہو یعنی نصاب سے بہت کم مال ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک فقراء کا اعتبار قرض دار اور مجاہد دونوں کے لئے بھی ہے، یعنی لفظ فقیر میں ان دونوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔[36] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا:

"تم ایسے لوگوں کی طرف جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں پہلے تم ان کو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت کی طرف دعوت دینا اگر وہ مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر ہر شبانہ روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ یہ بھی مان لیں تو ان کو بتانا کے اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے ہی فقراء میں بانٹ دی جائے گی۔ زکوٰۃ میں سب سے بڑھیا جانور نہ لینا، مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا۔ مظلوم کی بددعا اور خدا کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔۔"

درج بالا میں جو حدیث بیان کی گئی ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زکوٰۃ لینے والا مسلم ہو۔ امت کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ غیر مسلم کو خواہ وہ ذمی ہو یا حربی اس کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔[37] حضرت عمر فقیر کے بارے میں یہ رائے تھی کہ جس شخص کے پاس اس کی ضرورت سے زائد درہم نہ ہوں وہ فقیر ہے۔ میمون بن مہران سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ایک عورت زکوٰۃ لینے کے لئے آئی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اگر تمہارے پاس ایک اوقیہ چاندی ہے تو تمہارے لیے زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ اس وقت ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا۔[38]

اسی طرح ایک اور صحابی رسول ﷺ نے یہ سرکاری فرمان جاری کیا کہ جس شخص کے پاس سال گزرنے کے بعد ایک بکری اور ایک غلام موجود ہو اس کو زکوۃ دو اور جس شخص کے پاس سال گزرنے کے بعد دو بکریاں اور دو غلام موجود ہوں تو اسے زکوٰۃ نہ دی جائے۔[39]

---

[33] ابو داؤد، زیاد بن حارث صدائی، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، حدیث نمبر:1634

[34] حافظ علی بن عمر، سنن الدار قطنی، باب الحث علیٰ اخراج الصدقۃ وبیان قسمتہا، مکتبۃ الرشد ناشرون، الریاض، 2004ء، ج1، ص119

[35] التوبہ 60:9

[36] محمد عبد منیب، زکاۃ کے حق دار کون؟، مکتبہ دار الکتب السلفیہ، لاہور، 2002ء، ص1

[37] محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت، مکتبہ المدینہ، 2001ء، ص924

[38] ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید المحلی، کتاب الزکوۃ، قسم الصدقات، مکتبہ ادارۃ الطباعۃ المنیریتہ، بشارع الازہر، مصر، 1352ھ، ص153، ج6، حدیث نمبر 663

[39] صنعانی، ابو بکر عبد الرزاق، باب کم کنز؟ ولمن زکاۃ؟، ص110، ج4۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

### ii. مسکین

زکوٰۃ کا دوسرا مصرف مسکین ہے۔ مسکین سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو نہ کھانے کے لئے اور نہ بدن چھپانے کے لئے، یہاں تک کہ وہ ان سب کے لیے کسی سے سوال کرے اور اس کا یہ سوال کرنا جائز بھی ہے۔[40] فقراء کے بعد مسکین کا ذکر آتا ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، جیسا کہ خاص کا عطف خاص کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ سکون اور سکینہ سے مشتق مسکین سوال کے لیے اصرار کے ساتھ چونکہ حرکت نہیں کرتا اس لیے اس کو مسکین کہا جاتا ہے۔ صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسکین وہ نہیں جو مارا مارا پھرے، ایک دو لقموں کی طلب یا ایک دن چھواروں کی خواہش اس کو لیے لیے پھرے بلکہ مسکین وہ ہے جس کو بقدر کفایت نہ ملتا ہو اور کوئی اس کے حالات سے واقف بھی نہ ہو کہ کچھ خیرات دے دے اور خود ہو وہ کھڑا ہو کر کسی سے مانگتا نہ ہو۔"

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ مسکین کو بھی فقیر ہی کہا جا سکتا ہے اور جیسے دوسرے فقیروں کو زکوٰۃ دینا اہم ہے اسی طرح مسکین کو بھی دینا اہم ہے[41]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا مسکین کے بارے میں یہ رائے تھی کہ مسکین وہ شخص ہے جس کے جائز و ضروری اخراجات اس کی آمدنی سے زائد ہوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے مسکین وہ نہیں جس کے پاس کوئی مال نہ ہو بلکہ مسکین وہ ہے جس کی آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہوں۔[42]

### iii. عاملین زکوٰۃ

زکوٰۃ عاملین سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں خلیفہ وقت نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔[43] عاملین زکوٰۃ عام طور پر زکوٰۃ کی تقسیم، حساب کتاب، وصولی اور حفاظت وغیرہ پر مقرر ہوتے ہیں اور وہ اپنی خدمات کے عوض زکوٰۃ کے مال سے اجرت لے سکتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی کے اگر وہ امیر ہو یا ان کے پاس مال ہو لیکن پھر بھی وہ زکوٰۃ کی خدمات کے بدلے معاوضہ لینے کا حق رکھتے ہیں۔[44] عبد اللہ بن سعد بن السعدی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مجھے زکوٰۃ کی وصولی پر عامل مقرر کیا، جب میں زکوٰۃ کے اموال وصول کر کے واپس آیا اور جمع شدہ زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے کر دی، تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے میری اجرت دینے کا حکم جاری فرمایا، تو میں نے عرض کیا کہ یہ خدمات میں نے اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انجام دی ہیں میں اس کے اجر و ثواب کا اللہ تعالی سے امیدوار ہوں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی نے فرمایا جو کچھ میں دے رہا ہوں اسے بھی لے لو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زکوۃ وصول کرنے کے لیے گیا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کام کی اجرت دینے لگے تو میں نے بھی رسول اللہ کو وہی جواب دیا تھا جو تم نے مجھے دیا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَهُ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ [45]

(جب تمہیں کوئی چیز بغیر مانگے ملے تو اس میں سے کھاؤ اور صدقہ کرو۔)

زکوۃ وصول کرنے والے کارکنان کے معاوضے کے بارے میں ہمارے فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔ بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ عامل جو زکوٰۃ وصول کر کے لایا اس کا آٹھواں حصہ اس کو دیا جائے گا اور بعض کی رائے یہ ہے کہ عامل کو آٹھواں حصہ نہیں بلکہ اس کی محنت کے مطابق زکوٰۃ کے مال میں سے اس کو اجرت ادا کی جائے گی۔ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور بعد کے خلفاء، عاملین زکوۃ کو جمع شدہ زکوۃ کا آٹھواں نہیں دیا کرتے تھے، بلکہ عمال کی اجرت ان کی محنت کے مطابق مقرر کر دیتے تھے۔[46] حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کسی بھی کافر کو عامل مقرر نہیں فرماتے تھے کیونکہ اس سے ان کو زکوۃ دینی پڑتی تھی اور چونکہ کافر کو

[40] الفتاوی الھندیہ، کتاب الزکوۃ، الباب السابع فی المصارف، ج1، ص187

[41] علامہ شعرانی، المیزان الکبریٰ، مطبوعہ مصر، 1982ء، ج2، ص15

[42] الماوردی، ابوالحسن علی بن حمد، الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الشافعی، کتاب الصدقات، دار الکتب العلمیتہ، بیروت، 1994ء، ص489، ج8

[43] الفتاوی الھندیہ، کتاب الزکوۃ، الباب السابع فی المصارف، ج1، ص188

[44] ابن قدامہ، مؤفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد، المغنی، دار عالم الکتب، الریاض، 1997ء، ج8، ص108

[45] قشیری، ابوالحسین، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب اباحتہ الاخذ لمن اعطی بغیر مسئلتہ ولا اشراف، دار الجیل، بیروت، 1970ء، ص98، ج3، حدیث نمبر: 2455

[46] طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، ص518، ج11

زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔ جبکہ زیادہ تر فقہاء کا یہی خیال ہے کہ کافر کو عاملین زکوۃ نہیں بنایا جاسکتا جبکہ آئمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے کہ ایک غیر مسلم کو بھی عاملین زکوٰۃ میں شامل کیا جاسکتا ہے۔[47] اسی طرح ایک دفعہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے علم میں جب یہ بات آئی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک غیر مسلم کاتب زکوٰۃ کا تقرر کیا تو آپ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔[48]

**iv. مولفتہ القلوب**

زکوۃ کے مصارف میں سے مولفتہ القلوب چوتھا مصرف ہے۔ اس گروپ میں شامل لوگوں کو زکوۃ اسلئے دی جاتی تھی تاکہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو۔ یہ ایک طرح سے سیاسی قسم کا خرچ تھا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ مؤلفۃ القلوب دو طرح کے تھے۔ ایک مسلمان اور دوسرا کافر۔ مسلمان مولفتہ القلوب کی بھی آگے مزید دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔ پہلی قسم میں وہ مسلمان تھے جو کہ جب اسلام میں داخل ہوئے تو ان کے ایمان کمزور تھے۔ اور دوسری اقسام میں وہ مسلمان تھے جن کا ایمان تو مضبوط تھا لیکن وہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اور ان کی قوم کے ایمان کمزور تھے تو حضور ﷺ ان کو بھی زکوۃ میں سے کچھ حصہ دے دیا کرتے تھے۔ رسول پاک ﷺ دوسرے قسم کے گروہ کی دلجمعی اور ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے صرف زکوۃ ہی میں سے نہیں بلکہ مال غنیمت کے پچیسویں حصے میں سے اور مال گئے میں سے بھی ان کو مال عطا کرتے تھے۔ اور دوسرے گروہ میں کچھ ایسے مسلمان بھی تھے جن کے خلاف کافروں کی فوج اتری ہو اور وہ ان کا مقابلہ یا تو ایمان کی کمزوری کی وجہ سے نہ کرسکتے ہوں اور یا پھر ان کے پاس لڑنے کے لئے ہتھیار نہ ہو جس کی وجہ سے وہ جہاد نہ کرسکتے ہوں تو ایسے مسلمانوں کو بھی زکوۃ دی جاتی تھی۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالی عنہ اپنی قوم کے تین سو زکوتی اونٹ لیکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں پہنچے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے ان میں سے تیس اونٹ عدی رضی اللہ تعالی عنہ کو دے دیے۔

مولفتہ القلوب کی دوسری قسم میں کفار کی تھی۔ جن میں ایسے کافر شامل ہیں، جن کی طرف سے شر کا اندیشہ ہو یا پھر ان کے ایمان لانے کی امید ہو، تو ایسے لوگوں کو زکوۃ میں سے کچھ حصہ دیا جاسکتا ہے۔ حضور ﷺ ایسے لوگوں کو بھی مال غنیمت میں سے پچیسواں حصہ عطا کیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ بھی ہے کہ صفوان بن امیہ کی اسلام کی طرف جھکاؤ دیکھ کر اسے بھی مال عطا فرمایا تھا۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ حکم ساقط نہیں ہوا جبکہ بعض کے نزدیک یہ حکم ساقط ہو چکا ہے اب چونکہ اللہ تعالی نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا ہے تو ایسے لوگوں کو صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی کی یہ رائے تھی ابتدائے اسلام میں مسلمان کمزور تھے اور کفار کے شر سے بچنے اور کفار کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے زکوٰۃ دی جاسکتی تھی لیکن اب چونکہ مسلمان طاقتور ہو چکے ہیں تو انہیں زکوٰۃ دینا حرام ہے۔[49] ایک دفعہ ایک مشرک حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس مالی تعاون کے لئے آیا تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے مال نہیں دیا اور فرمایا: اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے،[50] ایک اور موقع پر بنجر زمین کی الاٹمنٹ کے بارے میں ایک تحریری معاہدہ جس کی توثیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کردی تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ کہہ کر اختم کروادیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جب تم دونوں حضرات کی دلجوئی اور تالیف قلب کرتے تھے، اس وقت اسلام کمزور تھا تم دونوں اب جاؤ محنت اور کوشش سے کماؤ۔[51]

**v. فی سبیل اللہ**

فی سبیل اللہ سے مراد ہے کہ اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنا اس کی چند صورتیں درج ذیل میں بیان کی جارہی ہیں:

- اگر کوئی شخص غریب ہے اور وہ جہاد میں جانا چاہتا ہے اس کے پاس ہتھیار اور سواری نہیں تو اس کو بھی زکوۃ دے سکتے ہیں۔

---

[47] عبدالوھاب الشعرانی، میزان الکبری، دار الفکر الاسلامی الحدیث، بیروت، 2001، ج2، ص14

[48] بیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری للبیھقی، کتاب آداب القاضی، باب لاینبغی للقاضی ولا للوالی ان یتخذ کاتبا، دار الکتب العلمیتہ، بیروت، 2002ء، ص216، ج10، حدیث نمبر: 20409

[49] القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع الاحکام القرآن (تفسیر القرطبی)، ص265، ج10

[50] ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد، المغنی، کتاب الودیعتہ، فصل ومسئلہ فی المؤلفتہ قلوبھم، ص341، ج7

[51] بیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری للبیھقی، کتاب الزکاۃ، باب سقوط المؤلفتہ قلوبھم وترک اعطاتھم، مکتبہ دار الباز، مکتہ المکرمتہ، 1994ء، ص20، ج7، حدیث نمبر: 12968

- اور اگر کوئی شخص حج کرنے کے لیے جانا چاہتا ہے لیکن اس کے بعد بعد کوئی مال وغیرہ نہیں ہے تو ایسے شخص کو بھی دکھا دی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ کسی سے سوال نہ کریں۔
- اگر کوئی طالب علم علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے بھی اسے زکوۃ دی جاسکتی ہے اور طالبعلم اس کیلئے سوال بھی کر سکتا ہے۔
- اسی طرح ہر نیک کام کیلئے بھی زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے، اور اس قسم کو فی سبیل اللہ میں شامل کیا جائے گا۔ زکوۃ کے لئے مالک بنانا ضروری ہے جس کے بغیر زکوۃ نہیں ہو سکتی۔[52]

کوئی شخص جو کہ اسلام کے غلبہ اور سربلندی کے لیے جہاد پر جانے کے لیے تیار ہوں لیکن اس کے پاس سامان جہاد نہ ہو تو اس کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے۔[53] اور اگر کسی شخص کو جہاد کے لیے رقم ادا کر دی جائے لیکن وہ جہاد پر نہ جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ وہ زکوۃ کی رقم واپس کر دے۔ عمرو بن أبي قرۃ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ میں ایک سرکاری مراسلہ بھیجا، جس میں لکھا تھا، کہ ہمارے پاس ایسی اطلاعات آئی ہیں کہ بعض لوگ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لیے زکوۃ کے مال میں سے کچھ لے لیتے ہیں اور پھر جہاد پر نہیں جاتے، آئندہ جو شخص بھی ایسا کرے گا، اس نے جو کچھ لیا ہو گا وہ ہم واپس لے لیں گے۔[54]

### vi. رقاب

قرآن پاک میں زکوۃ کے پانچویں مصرف "وفی الرقاب" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے، رقاب عربی زبان کی اصطلاح ہے جس وغیرہ کے معنی "غلام" کے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ غلاموں کی مدد کی جائے یا ان کو خرید کر آزاد کر دیا جائے۔ اسلام میں غلامی کا تصور نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی کو غلام بنا کر رکھنے کا قائل ہے، لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس دور میں تشریف لائے تو اس وقت ایک دم غلامی کو ختم کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ترغیب دی کی غلاموں کو زکوۃ دے کر آزاد کرایا جائے۔ جنگ کے بعد جو لوگ قید ہو کر آتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کچھ کو ایسے ہی رہا کر دیتے، کچھ کو جنگی قیدیوں کے بدلے اور کچھ کو غلام بنا لیتے اس میں بھی کوئی مصلحت ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس طرح کرنے سے آہستہ آہستہ غلامی کا رواج ختم ہو تا گیا جو کہ نا جانے کب سے چلا آرہا تھا۔ موجودہ دور میں غلامی سے ملتی جلتی ایک صورت جیل کو شکل میں پائی جاتی ہے۔ بہت سے بے گناہ لوگ جیلوں میں جرمانہ نہ ادا کرنے کی وجہ سے جیل میں پڑے ہوئے ہیں ہمیں ان کو زکوۃ دے کر اس قید سے چھٹکارا دلانا ہے۔ چونکہ غیر مسلموں کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی تو ان کی مدد ہم صدقات اور عطیات کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ رقاب کو کاتب بھی کہتے ہیں اور کاتب سے مراد وہ غلام ہے جس نے اپنے آقا سے آزادی کے لئے کچھ رقم طے کی ہو۔ موجودہ دور میں غلامی کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔[55] امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بھی اسی بات پر متفق ہیں اور ابن وہاب کی روایت میں امام مالک کا بھی قول یہی ہے کہ مکاتب نادار ہوتے ہیں ان کو زکوۃ دینا جائز ہے۔ یہاں پر الرقاب کی تفسیر لفظ مکاتبین سے کی ہے جس سے مراد غلام ہے۔ اس کی تائید کے لیے ہم ایک روایت پیش کرتے ہیں جو کہ کچھ یوں ہے؛ محمد بن اسحاق نے بیان کی ہے کہ جب حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو ایک مجاتب نے عرض کیا امیر! لوگوں کو میرے لیے چندہ کرنے کی ترغیب دے دیجئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے اس مکاتب کے لئے لوگوں سے اپیل کی، فوراً لوگوں نے اس کے لیے مال پھینکنا شروع کر دیا، کسی نے عمامہ پھینکا، کسی نے ہار، کسی نے انگوٹھی۔ ایک ڈھیر ہو گیا۔ حضرت موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے تمام مال جمع کرنے کا حکم دیا پھر اس کو فروخت کرا کر مکاتب کو بقدر بدل کتابت دے دیا اور باقی غلاموں کی آزادی کے لئے دے دیا۔ دینے والوں کو واپس نہیں کیا اور فرمایا: یہ تو لوگوں نے گردنیں آزاد کرانے کے لیے دے ہی دیا ہے۔

### vii. غارم

غارم کے معنی مقروض کے ہیں یعنی اس سے مراد ایسا شخص جس پر اتنا قرض ہو کہ دینے کے بعد زکوۃ کا نصاب باقی نہ رہے لیکن پھر بھی اس پر دوسروں کا قرضہ باقی ہو اور وہ مزید قرضہ نہ لے سکتا ہو۔[56]

---

[52] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، ص340 تا335، ج3

[53] طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، ص527، ج11

[54] بیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری للبیھقی، کتاب الزکاۃ، باب سھم سبیل، مکتبہ دار الکتب العلمیتہ، مکتہ المکرمتہ، 2003ء، ص35، ج7، حدیث نمبر: 312021

[55] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، ص339، ج3

[56] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، ص339، ج3

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

فقہائے کرام کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ والغارمین سے مراد قرض دار ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک قرض دار کوئی بھی ہو اور اس نے چاہے کسی بھی وجہ سے قرض لیا ہو اس کو اپنا قرض ادا کرنے کے لیے زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ اگر قرض دار کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ اپنا قرضہ ادا کر سکے تو وہ بھی فقیر ہی تصور ہو گا۔ امام اعظم اور چند دوسرے اماموں کا آپس میں رخصت سفر پر اختلاف ہے

"کہ امام اعظم کے نزدیک سفر اطاعت ہو یا سفر اباحت یا سفر معصیت، ہر سفر میں رخصت سے فایدہ اٹھایا جائے اور دوسرے اماموں کے نزدیک سفر معصیت میں رخصت سے فایدہ نہیں اٹھایا جاسکتا نہ قصر صلوٰۃ کا ترک صوم کا۔۔۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب کے پھولوں کی فصل متاثر ہو گی اور قرضہ بہت زیادہ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: انہیں صدقہ دو؛ چنانچہ صحابہ نے انہیں صدقہ دیا"[57]

اس میں اس بات کا خاص خیال رکھنا ہے کہ مقروض اس وقت زکوٰۃ کا حق دار ہو گا جب سارا قرض ادا کرنے کے بعد اس کے پاس اتنا مال نہ بچے کہ وہ نصاب زکوۃ کے برابر یا زیادہ ہو۔ وہ شخص اپنی تمام املاک کو بیچ کر اپنا قرض ادا کرے اور کوشش کے کے قرض لینے والا اس کو معاف کر دے، اگر وہ بھی معاف نہ کرے تو اس صورت میں اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ اور ایک دوسری خاص بات جو کہ مشہور مفسر علامہ قرطبی نے لکھی ہے کہ یہ بھی دیکھا جائے گا اس شخص نے قرضہ جائز کاموں کے لے لیا ہے کہ ناجائز کاموں کے لیے، اور اگر جائز کاموں کیلئے لیا ہے تو پھر اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے اور اس کی مدد بھی کی جائے گی لیکن اگر اس نے ناجائز کام کے لیے لیا ہے تو اس کی مدد نہیں کی جائے گی بشرط اس کے اس سے پہلے توبہ کرائی جائے۔[58]

### viii. ابن السبیل

ابن سبیل سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس سفر کی حالت میں مال نہ ہو وہ زکوۃ لے سکتا ہے، بے شک وہ بہت مالدار ہے لیکن سفر میں ضرورت کے وقت وہ صرف اتنی ہی زکوۃ لے سکتا ہے جتنی کہ اس کی ضرورت ہے۔ اگر اسے قرض مل سکتا ہے تو وہ قرضہ لے لے زکوۃ نہ لے یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔[59]

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جن لوگوں کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ انہیں زکوۃ دے سکتے ہیں ان سب کا فقیر ہونا شرط ہے سوائے عامل کے کہ اس کے لئے فقیر ہونا شرط نہیں اور ابن سبیل اگرچہ غنی ہو اس وقت فقیر کے حکم میں ہے، باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو زکوۃ نہیں دے سکتے".[60]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک دینار وہ ہے جو تونے راہ خدا میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی بردہ کی گلو خلاصی کے لئے خرچ کیا، ایک دینار ہے وہ جو کسی مسکین کو تو بطور خیرات دیا، ایک دینار وہ ہے جو تو اپنے گھر والوں کے صرف میں لایا سب سے بڑا اجر والا دینار وہ ہے جو تو اپنے گھر والوں کے تصرف میں لایا۔[61]

### عصر حاضر کے معاشی مسائل اور زکوٰۃ

زکوۃ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ پہلے فرضیت زکوۃ کے نظریے کو وسیع کیا جائے۔ ہر اس مال پر زکوٰۃ فرض ہے جو کہ قابل نمو و افزائش ہو اور قرآن و سنت کے عموم میں شامل ہو۔ چاہے آپ ﷺ کے زمانہ میں وہ زکوۃ میں شامل نہ ہو۔ لیکن فرضیت زکوۃ سے متعلق کچھ محدود سوچ کے حامل علماء اکرام اس بات کے مخالف ہیں جن میں سے ایک ابن حزم بھی ہیں جو صرف اسی مال کو قابل زکوٰۃ سمجھتے ہیں جس مال میں سے حضور ﷺ نے زکوٰۃ وصول کی تھی۔ ابن حزم کی کتاب "المحلیٰ" میں انہوں نے قابل زکوٰۃ مال آٹھ قسم کا ہے:

---

[57] سنن ابن ماجہ، باب تفلیس المعدوم والبیع علیہ لغرمائہ، عن ابی سعید الخدری، ج4، ص213 حدیث نمبر 2446

[58] امام قرطبی، ابوعبداللہ، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن (تفسیر قرطبی)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مترجم: پیر کرم شاہ الازہری، لاہور، 2012ء، ج8، ص183

[59] الفتاوی الھندیہ، کتاب الزکوۃ، الباب السابع فی المصارف، ص188، ج1

[60] محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت، ج1، مسئلہ نمبر 44 حصہ 5، ص932

[61] رواہ مسلم، باب الزکوۃ، ج4، ص217 حدیث نمبر 95

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اونٹ، گائے، بھیڑ- بکری، گندم، جو، کھجور، سونا، چاندی۔[62]

حتیٰ کہ امام ابن حزم کشمش کی زکوٰۃ کے بھی قائل نہیں ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ ان کے نزدیک زرعی اجناس میں سے صرف گندم، جو، کھجور پر اور معدنیات میں سے صرف سونا، چاندی پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور اشیاء تجارت زکوٰۃ سے آزاد ہیں۔ کچھ فقہاء کرام نام زکوٰۃ کے نظریے کے بارے میں وسعت کے قائل ہیں۔ وہ ہر اس مال پر زکوٰۃ لاگو کرتے ہیں جو کہ افزائش پذیر ہو۔ زکوٰۃ کے دائرے کو وسعت دینے والوں میں امام ابو حنیفہ بھی شامل ہیں۔ ان کے نزدیک ہر اس چیز پر زکوٰۃ فرض ہے جو کہ کہ افزائش کے لیے زمین سے اگائی جائے یا ایسے مویشی اور گھوڑے بھی جو کہ افزائش کی غرض سے پالے جائیں۔ حتی کہ امام ابو حنیفہ زیورات پر بھی زکوٰۃ کو فرض قرار دیتے ہیں۔ وہ پاگل، نابالغ اور خارجی قسم کی زمین کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ ابن حزم اور ان سے متفق شوکانی اور صدیق حسن خان جیسے علماء کا دائرہ زکوٰۃ کو تنگ کرنے والا نظریہ دو بنیادوں پر قائم ہے:-

- مسلمان کے مال کا احترام واضح دلائل سے ثابت ہے لہذا مسلمان کا مال واضح دلیل کے بغیر نہیں لیا جاسکتا۔
- زکوٰۃ مذہبی فرائض میں سے ایک فرض ہے اور فرائض واضح دلائل کے بغیر لاگو نہیں کیے جاسکتے اسی وجہ سے ہم اللہ تعالی کے حکم کے بغیر قانون سازی نہیں کرسکتے۔

### زکوٰۃ کی نقد ادائیگی کا فقہی جائزہ

موجودہ دور میں جنس کی بجائے قیمت کی وصولی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔ بعض فقہاء اسے بلا کراہت یا کراہت کے ساتھ جائز ٹھہراتے ہیں اور کچھ اسے بعض صورتوں میں ناجائز ٹھہراتے ہیں۔ امام شافعی اور ظاہری علماء وغیرہ قیمت کی وصولی کے مخالف ہیں جبکہ حنفی علماء اسے جائز سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں علماء مالکی اور حنبلی کی آراء میں بہت سے اختلافات موجود ہیں۔[63] اس اختلاف کا سبب زکوٰۃ کی حقیقت کے بارے میں زاویہ ہائے نظر کا اختلاف ہے اور وہ اختلاف یہ ہے کہ کیا زکوٰۃ کی حیثیت عبادت اور قربت خداوندی کی ہے یا دولت مند کے مال میں غریبوں کے حق کی حیثیت رکھتی ہے۔ مالکی، شافعی اور ظاہری علماء کے نزدیک زکوٰۃ عبادت اور قربت والے معنی کو مراد لیتے ہیں اور وہ اس کی قیمت کو دینا جائز نہیں سمجھتے۔ جبکہ دوسری طرف امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ وغیرہ نے زکوٰۃ کا معنی ایک مالی حق تصور کیا ہے جس کا مقصد غریبوں کی ضروریات پوری کرنا ہے اور ان کے نزدیک قیمت ادا کرنا جائز ہے۔[64]

جو علماء قیمت کی ادائیگی کو جائز نہیں سمجھتے انہوں نے درج ذیل دلائل سے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے؛

- شافعی علماء کے مطابق زکوٰۃ دینا درحقیقت اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ جس طرح نماز میں ناک اور پیشانی کی بجائے رخسار اور ٹھوڑی کو زمین پر رکھنا سجدہ کرنے کی جگہ نہیں لے سکتا اسی طرح بکری یا اونٹ کی بجائے اس کی قیمت کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا نہیں کی جاسکتی۔[65]
- اور دوسرا دلائل انہوں نے یہ دیا کہ غریب کی ضرورت پوری کرنے اور نعمت کے شکر ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔ اور چونکہ ضروریات تو گوناگوں ہوتی ہے لہذا زکوٰۃ بھی گوناگوں صورت میں ہونی چاہیئے۔[66]

حنفی اور دیگر علماء جن کے نزدیک قیمت کی ادائیگی جائز ہے وہ درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں؛

- "امام بیہقی میں اپنی سند اور امام بخاری نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ معاذ نے یمن میں لوگوں سے کہا کہ مجھے زکوٰۃ کی بجائے چادر یا کپڑے لا دو کیوں کہ یہ تمہارے لئے آسان اور مدینہ کے مہاجرین کے لیے بہتر ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ مجھے مکئی اور جو کہ بجائے کپڑے لا دو۔[67]

[62] امام ابن حزم اندلسی، المحلی، (مترجم: مالانا غلام احمد حریری)، مکتبہ طفیل آرٹ پریس، لاہور، 1984ء، ص40، ج2

[63] المالكي، محمد بن أحمد بن عرفة الدسوقي، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، مكتبہ بدون طبعة وبدون تاريخ، 2010ء، ج1، ص502

[64] ڈاکٹر یوسف القرضاوی، فقہ الزکوٰۃ، (مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی)، البدر پبلیکیشنز، لاہور، 1983ء، ج2، ص113

[65] سرخسی، المبسوط، مکتبہ احیاء التراث العربی، 2017ء، ج2، ص157

[66] المالكي، محمد بن أحمد بن عرفة الدسوقي، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، مكتبہ بدون طبعة وبدون تاريخ، 2010ء، ج2، ص340

[67] ڈاکٹر یوسف القرضاوی، فقہ الزکوٰۃ، (مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی)، البدر پبلیکیشنز، لاہور، 1983ء، ج2، ص113

- زکوٰۃ کا اصل مقصد غریبوں کی ضروریات پوری کرنا ہے اور یہ ضروریات جس طرح بکریاں سے پوری ہو سکتی ہیں اسی طرح اس کی قیمت سے بھی پوری ہو سکتی ہیں بعض صورتوں میں قیمت کی ادائیگی سے یہ مقصد زیادہ اچھی طرح سے پورا ہو جاتا ہے۔ اور ضروریات کتنی بھی گونا گوں کیوں نہ ہوں قیمت سے پوری کی جا سکتی ہیں۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں عطاء سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ دراہم کی زکوۃ میں اشیاء لیا کرتے تھے۔[68]

مندرجہ بالا دلائل کو جان لینے کے بعد ہمارا مؤقف یہ ہے کہ عصر حاضر کی ضروریات اور مفادات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ غریبوں یا دولت مند زکوٰۃ دہندگان کے لئے اگر نقصان دہ نہ ہو تو قیمت کی ادائیگی جائز قرار دے دی جائے۔

## مستحقین میں زکوٰۃ کی تقسیم

زکوٰۃ کا نظام اس طرح ہونا چاہیے کہ کسی بھی مستحق کو اس کی ضرورت سے کم نہ ملے یا وہ محروم نہ رہ جائیں اور غیر مستحق زکوٰۃ کی رقم لے اڑیں۔ لہٰذا اسلام نے ہماری چند بنیادوں کی طرف رہنمائی کی ہے۔

- **مقامی مقامی مستحقین کو ترجیح**

ہر علاقے کے کہ مستحقین کو باہر والے علاقے کے مستحقین پر ترجیح دی جائے جیسا کہ غیر مرکزی یا مقامی محکمہ جات والے نظام کیا جاتا ہے۔ جس علاقے یا قصبے کے دولتمند سے زکوۃ کی رقم اکٹھی کی جاتی ہے اسی علاقے یا قصبے کے مستحقین اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اگر ان کو زکوۃ دینے کے بعد کچھ رقم بچ جائے تو ارد گرد والے علاقے یا قصبے میں وہ رقم تقسیم کر دی۔ پھر بھی اگر زکوۃ کی رقم بچ جائے تو اسے ضلعی سطح کے زکوۃ مرکز میں جمع کروا دیا جائے۔ تاکہ اس رقم سے ان صوبہ جات کی مدد کی جاسکے جہاں پر زکوۃ کی رقم کم اکٹھی ہوتی ہے اور ضرورت مند زیادہ ہوتے ہیں۔ زکوۃ کی رقم کو خرچ کرنے کے بارے میں اسلام کی پالیسی بڑی منصفانہ اور حکیمانہ ہے جو بالکل آج کل کی جدید ترین انتظامی، سیاسی اور مالیاتی پالیسیوں کے عین مطابق ہیں۔[69]

- **گروپوں اور افراد میں انصاف اہم کرنا**

آٹھوں صارف کے گروپوں میں بھی انصاف کیا جائے۔ اور پھر ہر گروپ کے افراد کے ساتھ بھی انصاف کیا جائے۔ انصاف کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ سب کو ایک جتنا دیا جائے جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اہلیت اور ضرورت کے مطابق اور اسلام کے بلند مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو دیا جائے۔[70] باقی مصارف کی نسبت فقیروں اور مسکینوں کے گروپ کو مقدم رکھنا چاہیے کیونکہ زکوۃ کا اولین مقصد انہی لوگوں کی ضروریات کی تکمیل ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ والی حدیث میں صرف اسی مصرف کا ذکر فرمایا ہے کہ زکوۃ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے دی جائے۔ اس طرح اس مصرف کی خاص اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ سب واضح ہو جانے کے بعد حکومت کے لیے جائز نہیں کہ وہ زکوٰۃ کے مال کو فوجیوں پر خرچ کرے یا کسی دوسرے پر اور غریبوں اور ضرورت مندوں کو چھوڑ دے۔ لیکن اگر ملک پر کوئی دشمن حملہ آور ہو تو اس صورتحال میں جہاد کی تیاری ہر چیز پر مقدم ہو گئی۔[71]

## معاشرتی و فقہی تجزیہ

اسلامی نظامِ زکوٰۃ محض ایک مالی فریضہ نہیں بلکہ ایک جامع معاشی، سماجی اور اخلاقی نظام ہے، جس کا بنیادی مقصد معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم، غربت کا خاتمہ اور محروم طبقات کی کفالت کو یقینی بنانا ہے۔ قرآنِ کریم نے زکوٰۃ کے مصارف کو خود متعین کر کے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ زکوٰۃ کے وسائل کو کسی شخص یا ادارے کی صوابدید پر نہیں چھوڑا جا سکتا بلکہ انہیں انہی آٹھ شرعی مصارف میں صرف کیا جانا لازم ہے۔ اس نظام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ معاشرے کے مختلف ضرورت مند طبقات جیسے فقراء، مساکین، مقروض افراد، مسافروں اور دیگر مستحقین کی ضروریات کو متوازن انداز میں پورا کرتا ہے۔

[68] المقدسي، عبداللہ بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي، المغنی، دار عالم الکتب الرياض، رياض، 2010ء، ج2، ص65

[69] امام قرطبی، ابوعبداللہ، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن (تفسیر قرطبی) (مترجم: پیر کرم شاہ الازہری)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2012ء، ج8، ص175

[70] العصار، محمد بن علی بن يحيى، شرح الازهار، مکتبة السعيد العامة، الرياض، 2008ء، ج1، ص518

[71] امام ابن کثیر، حافظ عمادالدین ابو الفداء اسمعیل، تفسیر ابن کثیر، (مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی)، مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز، لاہور، 2009ء، ج1، ص247

عہدِ نبوی ﷺ میں زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم ایک منظم ریاستی نظام کے تحت انجام پاتی تھی جس میں شفافیت، امانت، احتساب اور عدل کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ موجودہ دور میں اگرچہ معاشی حالات، مالیاتی ذرائع اور اموال کی نوعیت میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے، تاہم زکوٰۃ کے بنیادی مقاصد اور شرعی اصول آج بھی اسی طرح مؤثر اور قابلِ عمل ہیں۔ معاصر فقہی مباحث مثلاً جدید اثاثوں پر زکوٰۃ، قیمت کی صورت میں ادائیگی اور جدید تقسیمی نظام اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلامی فقہ ہر دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد کی گنجائش فراہم کرتی ہے بشرطیکہ قرآن وسنت کے بنیادی اصولوں کی پابندی برقرار رہے۔

## حاصلِ بحث

زکوٰۃ اسلام کے فلاحی نظام کا ایک بنیادی ستون ہے، جس کے ذریعے معاشرے کے محروم اور کمزور طبقات کے معاشی وسماجی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ قرآن وسنت نے زکوٰۃ کے مصارف، شرائط اور طریقۂ تقسیم کو نہایت واضح انداز میں بیان کیا ہے تاکہ اس کے ثمرات حقیقی مستحقین تک پہنچ سکیں۔ عصرِ حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ زکوٰۃ کے نظام کو جدید انتظامی تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے شفاف، مؤثر اور منظم انداز میں نافذ کیا جائے۔ اگر اسلامی معاشرے میں زکوٰۃ کو اس کے حقیقی شرعی اصولوں کے مطابق نافذ کیا جائے تو یہ نہ صرف غربت اور معاشی محرومی کے خاتمے کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوگی بلکہ عدلِ اجتماعی، معاشی استحکام اور اسلامی فلاحی ریاست کے قیام میں بھی بنیادی کردار ادا کرے گی۔

## مصادر ومراجع


- **القرآن الکریم۔**
- ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی۔ **فتح الباری شرح صحیح البخاری**۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1989ء۔
- ابن حزم الاندلسی، ابو محمد علی بن احمد۔ **المحلّٰی**۔ ترجمہ: مولانا غلام احمد حریری۔ لاہور: مکتبہ طفیل آرٹ پریس، 1984ء۔
- ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد الحضرمی۔ **تاریخ ابن خلدون**۔ بیروت: مؤسسۃ جمال للطباعۃ والنشر، 1979ء۔
- ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی۔ **المغنی**۔ قاہرہ: ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1987ء۔
- ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی۔ **المغنی**۔ الریاض: دار عالم الکتب، 1997ء۔
- ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل۔ **تفسیر ابن کثیر**۔ ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز، 2009ء۔
- ابن مفلح، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح الحنبل، بیروت: عالم الکتاب، 1995ء۔
- اعظمی، محمد امجد علی۔ **بہارِ شریعت**۔ کراچی: مکتبۃ المدینہ، 2001ء۔
- الآلوسی، ابو الفضل شہاب الدین محمود البغدادی۔ **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی**۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994ء۔
- البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل۔ **الجامع الصحیح**۔ الریاض: مکتبہ دار السلام، 1433ھ۔
- البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین۔ **السنن الکبریٰ**۔ مکہ المکرمہ: مکتبہ دار الباز، 1994ء۔
- الدارقطنی، ابو الحسن علی بن عمر۔ **سنن الدارقطنی**۔ الریاض: مکتبۃ الرشد ناشرون، 2004ء۔
- سابق، سید۔ **فقہ السنۃ**۔ بیروت: دار الکتاب العربی، 1993ء۔
- السرخسی، شمس الائمہ محمد بن احمد۔ **المبسوط**۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2017ء۔
- سید زوار حسین شاہ۔ **زبدۃ الفقہ: خلاصہ عمدۃ الفقہ**۔ لاہور: زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، 2007ء۔
- الشعرانی، عبد الوہاب۔ **المیزان الکبریٰ**۔ بیروت: دار الفکر الاسلامی الحدیث، 2001ء۔
- شبلی نعمانی، علامہ۔ **سیرۃ النبی ﷺ**۔ لاہور: اشتیاق مشتاق پرنٹرز، اپریل 2012ء۔
- الشوکانی، محمد بن علی۔ **نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار شرح منتقی الاخبار**۔ بیروت: دار الجیل، 1973ء۔
- عبد المنیب، محمد۔ **زکوٰۃ کے حق دار کون؟** لاہور: مکتبہ دار الکتب السلفیہ، 2002ء۔
- العصار، محمد بن علی بن یحییٰ۔ **شرح الازہار**۔ الریاض: مکتبۃ السعید العامۃ، 2008ء۔

- الفیروزآبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب۔ **القاموس المحیط**۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1997ء۔
- القاری، علی بن سلطان محمد۔ **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح**۔ کوئٹہ: المکتبۃ الحبیبیۃ، سن ندارد۔
- القرضاوی، یوسف۔ **فقہ الزکوٰۃ**۔ ترجمہ: ساجد الرحمٰن صدیقی۔ لاہور: البدر پبلیکیشنز، 1983ء۔
- الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد۔ **الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الشافعی**۔ بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1994ء۔
- محمد قطب الدین، علامہ۔ **مظاہرِ حق**۔ کراچی: دارالاشاعت، 1983ء۔
- مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری۔ **الجامع الصحیح**۔ بیروت: دارالجیل، 1970ء۔
- المیدانی، عبدالغنی بن طالب الغنیمی الدمشقی الحنفی۔ **اللباب فی شرح الکتاب**۔ بیروت: المکتبۃ العلمیہ، 1993ء۔